

صنم

کنول نوید

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

[www.pakistanipoint.com](http://www.pakistanipoint.com)



کنول نوید





مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

[www.pakistanipoint.com](http://www.pakistanipoint.com)

صحنہ

## کتابی شکل مشن: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے، سپر موڈز: صبا گل، قتلی، ٹیم لیڈر: ایم وائے صائم، مینجمنٹ: حسیب یا وقار سے رابطہ کریں، شکریہ





مجھے محبت کے تصور سے ہر اسماں کر کے  
آج کہتے ہیں وہ کہ انہیں محبت ہے ہم سے

کتاب کی تحریر میں محو صنم کو پتہ بھی نہیں چلا کہ امی کمرے میں آگئی۔ بیٹا صنم کیا کر رہی ہو۔ امی کے سوال پر صنم نے ڈائجسٹ کے صفحہ کو ایک کونے سے تھوڑا سا موڑا۔ کچھ نہیں امی آپ کو کوئی کام ہے تو بولیں۔ میں فارغ ہوں۔ امی نے تمحید باندھتے ہوئے کہا۔ فاخرہ وہ جو تمہاری سہیلی تھی اس کے ہاں بیٹی ہوئی ہے۔ کل اس کی امی ملیں تھیں مجھے۔ صنم نے امی کی طرف دیکھا۔ اسے پتہ تھا امی اب اس سے کیا کہنے والی ہیں لہذا اس نے ڈائجسٹ کو الماری میں ایک سائڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔ جب بھی کوئی نیا رشتہ آتا تھا اس کی ماں اسی طرح تمحید باندھ کر صنم کو پہلے بتاتی کہ اس کی کس کس دوست کی شادی ہو چکی ہے۔ کون سی دوست کے بچے بھی ہو چکے ہیں تاکہ وہ اسے بعد میں کہہ سکیں کہ جو رشتہ دیکھنے آ رہے ہیں۔ صنم ان سے محبت و خلوص سے ملے تاکہ اس کی شادی ہو سکے۔ اپنا گھر مل سکے۔ صنم اپنی

ماں کی مجبوری کو سمجھتی تھی۔ وہ محبت سے اپنی ماں کو دیکھتی اور ہمیشہ اپنی ماں کی دلجوئی کرتی۔ اس کی عمر پچیس سال ہو چکی تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ اس کی ماں کو ہر وقت اس کی فکر لگی رہتی ہے۔ اگرچہ بظاہر اس میں کوئی کم نہیں تھی مگر کبھی آنے والا رشتہ اس کے گھر والوں کو اس کے معیار کا نہیں لگتا تو کبھی رشتہ مانگنے کے لئے آنے والے لوگوں کے دل کو وہ نہیں بھاتی۔ یہ سلسلہ اس وقت سے جاری تھا۔ جب اس نے بی۔ اے کیا تھا۔ اب وہ ایم۔ اے۔ ایم ایڈ کر کے ایک سکول میں ٹیچر لگ گئی تھی۔ رات کو کوئی کہانی پڑھ کر سو جانا اس کی عادت تھی۔ وہ حسب عادت یہ کام کر رہی تھی کہ امی نے اسے نجیب کے رشتے کا بتانا۔ پھر دھیرے دھیرے اپنی بند مٹھی کھولی۔ یہ تصویر دی ہے، آمنہ نے اس کی دیکھو تو کیا پیار سا چہرہ ہے، نا موچہ نہ دھاری ماڈرن بھی لگتا ہے۔ میں نے تو کہہ دیا کل آجائیں وہ لوگ۔ تم کل چھٹی کر لو نا۔ صنم نے امی کی طرف بیچارگی سے دیکھا۔ امی آپ شام کو بلا لیتی نا انہیں۔ امی نے منہ بناتے ہوئے کہا، کیسے کہتی آمنہ نے کہا کہ لڑکے کی امی نے کہا صبح دس بجے۔ اب میں کیسے کہتی شام کو آئیں۔ ویسے بھی لڑے کو نوکری کرنے والی لڑکی نہیں چاہیے۔ صنم نے امی کی طرف دیکھا۔ تو امی پھر وہ لوگ کیوں آ رہے ہیں۔ میں تو نوکری کرتی ہوں نا۔ آمنہ آنٹی نے بتایا نہیں انہیں۔ امی نے صنم



کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اگر انہوں نے ہاں کہہ دی تو نوکری چھوڑ دینا ویسے بھی چار ماہ ہی رہ گئے ہیں ناکانٹریکٹ کو۔ صنم نے افسردگی سے کہا۔ امی وہ تو دوبارہ ہو سکتا ہے نا۔ امی نے کہا۔ کیا؟ صنم کانٹریکٹ امی اور کیا۔

امی نے صنم کے قریب ہوتے ہوئے کہا، بیٹا شادی کے بعد کہاں نوکریاں کرنے ہوتی ہیں۔ سدرہ۔ شاکرہ۔ ایمن کو دیکھو۔ سدرہ اور ایمن اس کی بڑی بہینس تھیں اور شاکرہ اس کی کزن۔ چھوٹے بچے کہاں چھوڑ کر جائے گی عورت۔ عورت کا اصل کام تو بچوں کی تعلیم و تربیت ہی ہوتی ہے۔ صنم تو امی پھر کیا ضرورت تھی مجھے اتنی محنت کرنے کی راتوں کو جاگ جاگ کر پڑھنے کی۔ اگر نوکری نہیں کرنی تھی تو؟ امی نے بیزارگی سے کہا آج کل کے لڑکوں کی جو ڈیمانڈ ہے لڑکی پڑھی لکھی ہو۔ بس اسی لیے ماں باپ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتے ہیں۔ ورنہ میں تو کہتی ہوں کم پڑھی لکھی مائیں زیادہ بہتر پرورش کرتی ہیں اپنے بچوں کی۔ صنم اب آپ نے یہ کیوں کہا امی۔ کیا پڑھی لکھی مائیں اپنے بچوں کی اچھی پرورش نہیں کرتیں۔ بات وہ نہیں ہے صنم دیکھو نا آج کل کی لڑکیوں کو یہ موبائل کی ٹک ٹک اور کمپیوٹر کی چمک کی ایسی لت لگی ہوتی ہے کہ وہ شوہر کی خوشی اور بچوں کی ضرورتوں پر اس قدر نظر نہیں رکھتیں۔ مجھے دیکھو نویں جماعت تک پڑھی ہوں تم سات بہن

بھائیوں کو جی جان سے پالا ہے۔ تم اپنی بہنوں کو دیکھو سدرہ اور ایمن دو دو بچوں کی پرورش سے پریشان رہتی ہیں۔ صنم نے دل میں امی کی بات سے اتفاق کیا سچ میں اسی نوے سال پہلے کی عورت اور آج کی عورت میں بہت فرق ہے۔ پہلے کی عورتیں کس قدر سخت جان تھیں۔ امی نے صنم کو کھویا ہوا پایا تو مسکرا کر بولیں۔ کیا سوچ رہی ہو۔ شادی کے مسلوں کے بارے میں۔ صنم نہیں امی۔ سوچ رہی ہوں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں شاید۔ اگر عورت نے گھر سنبھالنا ہے تو پھر اسے تعلیم دلانا فصول ہے۔ نہیں نہیں امی نے صنم کی بات کاٹی فصول نہیں ہر پڑھا لکھا آدمی چاہتا ہے کہ اس کی بیوی پڑھی لکھی ہو تاکہ وہ دوسروں کے سامنے فخر سے شو کر سکے کہ اس کی بیوی تعلیم یافتہ ہے۔ صنم نے افسردگی سے امی کی طرف دیکھا۔ امی لیکن میں تو پروفیسر بننا چاہتی ہوں۔ کسی اچھے کالج میں۔ جب بچے بڑے ہوں۔ تب تو اپنی خواہش پوری کی جاسکتی ہے نا۔ ایسا آدمی جو نوکری کے خلاف ہے۔ آپ اس سے میری شادی نہ کریں۔ امی نے مسکرا کر کہا۔ ابھی کون سا شادی ہونے لگی ہے وہ رشتہ دیکھنے آرہے ہیں۔ ہم دیکھیں گے۔ وہ دیکھیں گے۔ بات چیت آگے اڑھے گی۔ تم تو ایسے پریشان ہو رہی ہو جیسے کل شادی ہے۔ صنم نے امی کی طرف دیکھا۔ دھیرے سے کہا۔ امی شروعات تو ہو رہی ہے نا۔ امی نے صنم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔



بیٹا آدمی بڑھی عجیب چیز ہوتا ہے۔ کبھی تو ایسا کڑک کہ دل کانپ جائے اور کبھی ایسا نرم کہ روئی کا گولا عورت جیسے چاہیے موڑ لے۔ تم منالینا نا اپنے شوہر کو۔ جب ایسی پیار کرنے والی خوبصورت اور خوب سیرت بیوی ہو تو شوہر کیوں نہیں اس کی بات مانے گا۔ آدمی شروع شروع میں جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے۔ وقت گزرنے پر بچوں بیوی کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جیسے عورت کو اپنے میکے کی یاد نہیں آتی۔ آدمی بھی اپنی چھوٹی سی دنیا کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے تم بہت اچھی زندگی گزارو گی جہاں بھی جاو گی۔ صنم اچھا امی۔ میں کل چھٹی کر لیتی ہوں۔ آپ اب جا کر سو جائیں۔ امی پیار سے دُعا میں دیتی کمرے سے جا چکی تھی۔ صنم اپنے گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔ اس کے سارے بہن بھائی شادی شدہ تھے۔ اس کے بھائی اور بھابی کی شادی کو ایک سال ہی ہوا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ شادی کا مطلب ذمہ داری کے سوا کچھ بھی نہیں، پھر بھی ڈائجسٹ پڑھ پڑھ کر اس کے دل میں ایک رومینٹک پیار کرنے والے جیون ساتھی کا تصور ابھرتا تھا جو آفس سے گھر لوٹنے کے بعد نہ صرف اسے اپنے دن کی مصروفیت کا بتائے۔ بلکہ اس سے اس کا حال بھی پوچھے۔ وہ اکثر محبت کرنے والوں میں جدائی کا پڑھتی تو رونے لگتی۔ ایسی کہانی جس میں کسی وجہ سے ہیرو اپنی محبوبہ سے جدا ہو جاتا تھا۔ ساری کہانی

پلٹ پلٹ کر دیکھتی۔ کہ آخر میں کیا ہوا؟ کیا دونوں مل گئے یا نہیں۔ اس نے فون اٹھایا اور اپنی دوست مریم کو ایس ایس کیا او بتایا کہ وہ ایک درخواست دے دے۔ مریم نے مبارک دی اور دُعا بھی تو صنم مسکرانے لگی۔ جوابی ایس ایس پڑھ ہی رہی تھی کہ عجیب سی باتوں کی آواز سنائی دی۔ گھر میں وہ پانچ ہی تو لوگ تھے۔ چھوٹا بھائی، بھابی، ابو، امی اور وہ۔ یہ شور کیسا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ پہلی بار اس نے دیکھا۔ اس کے گھر میں اس طرح کا منظر۔ اس کا بھائی اس کی بھابی کو گھر سے دھکے دے کر باہر نکال رہا تھا۔ امی ابو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن عارف پر تو جیسے خون سوار تھا۔ صنم کو اپنے قدم زمین میں دو فٹ اندر دھنسے ہوئے محسوس ہوئے۔ قدم اٹھانے کی کوشش بے کار تھی۔ شرمیلا رو رہی تھی۔ عارف کے ہاتھ میں اس کے گناہ کا ثبوت تھا۔ اس نے دو چار تھپڑ لگائے تو شرمیلا بے ہوش ہو گئی۔ جب شرمیلا بے ہوش ہو گئی، عارف اسے وہیں چھوڑ کر کمرے میں جا چکا تو صنم کو اپنے جسم میں کچھ حرارت محسوس ہوئی۔ اس نے امی ابو کو شرمیلا کو کمرے میں لے جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ دھیرے دھیرے سے کچن کی طرف بڑھی امی جب کچھ دیر بعد کچن میں آئی تو رو رہی تھی۔ امی کیا ہوا؟ امی بھائی



نے یہ سب کیوں کیا۔ ان لوگوں کی تو پسند کی شادی تھی۔ سات آٹھ ماہ میں ہی محبت ختم ہو گئی عارف کی۔ ایسا کیا کیا تھا شرمیلا نے؟

امی نے افسردگی سے صنم کو بتایا۔ صنم بیٹا وہ شرمیلا امید سے ہے۔ صنم نے حیرت سے امی کو دیکھا۔ تو اس میں مارے والی کون سی بات ہے۔ امی نے آہ بھری اور کہا کہ عارف کہتا ہے۔ میں نے اسے تین ماہ سے ہاتھ نہیں لگایا۔ اس کے پیٹ میں دو ماہ کا بچہ کہاں سے آگیا۔ بس اسی بات کو لے کر۔ شرمیلا کا کہنا ہے کہ اڑا سو نوڈ میں مسلہ ہو گا۔ عارف کا کہنا ہے کہ یہ بچہ اس کا ہو ہی نہیں سکتا۔ باتوں باتوں میں اس کے منہ سے نکلا کہ وہ باپ بن ہی نہیں سکتا تو۔ اور اس کا کہنا ہے کہ اگر اسے پتہ ہوتا کہ وہ بد چلن نکلے گی تو وہ کبھی اس سے شادی نہ کرتا۔ صنم امی اب کیا ہو گا؟ امی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ عارف تو کہہ رہا ہے میں طلاق دوں گا اسے۔ کسی اور کی گندگی کو دامن میں نہیں رکھ سکتا۔ صنم نے امی کو تسلی دی۔ امی آپ فکر نہ کریں، آپ کا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔

صنم حیرت اور افسوس کے ملے جلے جذبات سے کمرے میں لوٹ آئی۔ یہ کیسی محبت ہے آج کل۔ عارف کو جب پتہ تھا کہ وہ کس قابل ہے اور کس قابل نہیں تو اسے شرمیلا کو بتا دینا چاہیے تھا۔ شرمیلا کو اگر شوہر سے مسلہ تھا تو کوئی جائز حل نکالتی

یہ کیا کیا اس نے۔ آج کل خود غرضی نے انسان کو کس قدر تبدیل کر دیا ہے۔ شرمیلا کے گھر فون کر دیا گیا تھا۔ وہ رور ہی تھی۔ اس نے اپنے ساس سسر کی منت سماجت کی کہ وہ اس کے باپ اور بھائی سے اس بات کا تذکرہ نہ کریں۔ وہ عارف کو منالے گی۔ عارف کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ صنم کے ابو پریشان ہو گئے۔ ہم انہیں کیا کہیں گئے، رات کے اس وقت کیوں انہیں بلایا ہے۔ شرمیلا نے کہا میں کہہ لوں گی پلیز انکل میرے ابو کا غصہ تو آپ جانتے ہی ہیں اور نعيم تو پاگل ہے اگر اسے پتہ چلا کہ عارف نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے تو پتہ نہیں وہ لوگ عارف کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ مجھے اپنی نہیں عارف کی فکر ہے۔ میں ان سے خود بات کر لوں گی۔

تھوڑی دیر میں شرمیلا کے بھائی اور باپ گھر آچکے تھے۔ صنم نے ان کے لیے چائے رکھی۔ شرمیلا کے ابو نے تلخی سے کہا۔ آپ نے اس طرح بلایا میں تو پریشان ہو گیا تھا۔ شرمیلا کا اگر گھر آنے کا دل تھا تو عارف چھوڑ جاتا نا اُسے۔ ابو نے دھیرے سے کہا وہ عارف تو گھر میں ہے نہیں۔ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لیے۔ شرمیلا کے ابو نے پھر اپنی تسلی کے لیے پوچھا۔ اگر کوئی اور مسلہ ہے تو بتائیں۔ سعید صاحب نے شرمیلا کی طرف ایک نگاہ ڈالی، کس قدر مشکل تھا وہ



بات کہنا جو عارف نے بتائی تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ لڑکی سچی ہے یا ان کا بیٹا۔ انہیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ شرمیلا کچھ دیر میں گھر سے چکی تھی۔ دوسرے دن نجیب کی فیملی آئی انہوں نے دیکھتے ہی صنم کو پسند کر لیا۔ انہوں نے بتایا کہ نجیب نے صنم کو اس کی دوست کی شادی میں دیکھا تھا دو سال پہلے تو اسے کوئی اعتراض نہیں۔ سعید صاحب نے سوچنے کے لیے وقت مانگا۔ صنم کو بھی عجیب بے چینی محسوس ہوئی۔ یہ پہلا رشتہ تھا۔ جنہوں نے آتے ہی صنم کو پسند کر لیا تھا۔ انہوں نے اگلے ہفتہ کھانے پر آنے کی دعوت دے دی۔ سعید صاحب نے دعوت قبول کر لی۔ صنم کی امی نے خوشی سے کہا۔ اب تو آنا جانا لگا رہے گا۔ نجیب کی امی مسکرائی۔ ہاں کیوں نہیں۔ اسی شام دروازے پر بڑے زور کی دستک ہوئی، نعیم کھڑا چیخ رہا تھا۔ عارف اور نعیم دونوں ہی شدید غصہ میں تھے۔

شرمیلا نے خود کشی کی کوشش کی تھی۔ نعیم یہاں عارف کو بلانے آیا تھا۔ لیکن عارف نے اسے جو باتیں شرمیلا سے متعلق بتائیں تھیں۔ وہ شدید غصہ میں آگیا۔ اس نے چیختے ہوئے کہا اگر میری بہن کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا، بہنیں تمہاری بھی ہیں۔ بہت بچھتاؤ گئے تم۔ عارف نے غصہ سے کہا، میری بہنیں بد چلن نہیں، تمہاری بہن کی طرح۔ وہ عزت دار ہیں۔ شرمیلا کے لیے دعا کرو مر جائے، ورنہ ایسی بہنوں کے

بھائیوں کو بھی خود کشی کرنی پڑتی ہے۔ نعیم اور عارف ایک دوسرے کو مارنے پر تلے ہوئے تھے کہ محلے والوں نے پولیس کو بلا لیا۔ نعیم کی رات کو ضمانت کروالی گئی۔ شرمیلا کا رات کو ہی جنازہ تھا۔ سعید صاحب کے گھر والوں میں سے وہاں کوئی نہ گیا تھا۔ بات پورے خاندان میں پھیل چکی تھی۔ صنم کی امی نے صنم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پتہ نہیں اگر ان لوگوں کو شرمیلا کا پتہ چلے گا تو وہ کیا سوچیں گئے۔ ہماری بہو ایسی نکلی۔ صنم امی جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب کیا کر سکتے ہیں۔ آپ کو کیا لگتا ہے عارف سچا تھا یہ شرمیلا۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کتنا پسند کرتی تھی وہ عارف کو۔ اس کی ہر چیز کا خیال رکھنا۔ آپ نے دیکھا نہیں۔ کیسے اس کے آنے سے دو گھنٹے پہلے ہی تیار ہو کر انتظار کر رہی ہوتی تھی۔ اپنے گھر والوں کو منا کر ذبردستی شادی کی تھی اس نے عارف سے۔ اب یہ۔ مجھے تو عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔

صنم کی امی فاخرہ بیگم نے افسردگی سے کہا، میں کیا بولوں، سمجھ میں تو میری بھی کچھ نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ عارف کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ بیٹھے بیٹھے مصیبت آگئی۔ اچھا خاصا رشتہ آیا تھا نجیب کا۔ صنم امی آپ کو شرمیلا کا کوئی افسوس نہیں۔ بس میرے رشتے کی پڑی ہے۔ ان لوگوں کی جوان بیٹی مر گئی۔ کیا گزر رہی ہو گی ان پر۔ فاخرہ بیگم نے الجھتے ہوئے کہا۔ افسوس ہے۔ مگر کیا کروں۔ ان لوگوں نے



چھوٹ بھی کتنی دی ہوئی تھی شرمیلا کو۔ عارف اور اس کی دوستی، شادی سب کچھ شریف لڑکیاں اس طرح کی حرکتیں تو نہیں کرتیں نا۔ عارف کو میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا جو لڑکی ایک لڑکے سے ملتی ہے۔ وہ دوسرے لڑکوں سے بھی مل سکتی ہے۔ پر اس پر تو عشق کا بھوت سوار تھا۔ اب بھوت اُترا ہے تو ماں یاد آئی ہے اسے۔ کہتا ہے امی آپ تھیک کہتی تھیں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے زندگی برباد کر لی اپنی۔

صنم نے امی کی طرف افسردگی سے دیکھا۔ جیسے اسے ان کی باتوں کا یقین نہ ہو کہ شرمیلا شریف لڑکی نہیں تھی۔ امی نے بیزاری سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ اچھا۔ سو جاو کل تمہیں سکول بھی جانا ہے۔ میں بھی سوتی ہوں۔ صنم نے جاتی ہوئی ماں کو دیکھا۔ وہ واقعی شرمیلا کے لیے کوئی دُکھ محسوس نہیں کر رہیں تھیں۔ صنم کو حیرت ہو رہی تھی۔ شرمیلا۔ فاخرہ کی پسند نہیں تھی۔ مگر وہ بہت خوش اخلاق اور سب سے بات کرنے والی لڑکی تھی۔ صنم کو اس سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ وہ صنم کی پسندیدہ بھائی تھی۔ صنم کو شرمیلا کی موت کا بہت دُکھ تھا۔

صنم سکول جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اپنی وین والے کے فون کا انتظار کر رہی تھی کہ فون آگیا۔ اس نے جلدی جلدی پرس میں موبائل ڈالا اور امی ابو کو اللہ

حافظ کہہ کر گھر سے نکل گئی۔ صنم نے وین میں بیٹھتے ہی وین کا دروازہ بند کیا تو اسے شک گزرہ کہ وین کے کچھ دور نعیم اپنی موٹر سائیکل پر کھڑا تھا۔ صنم نے پھر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وین سکول کے دروازے کے آگے جا رُکی۔ صنم سٹاف روم میں پہنچی تو تمام ٹیچرز نے اس کی بھابھی کی موت کا افسوس کیا۔ کچھ باتیں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی ہیں۔ صنم کو عجیب سی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ انسان اپنے رشتوں سے کس قدر بندھا ہوتا ہے۔ اس نے گہرائی سے محسوس کیا۔ مریم سٹاف روم میں داخل ہوئی۔ اس نے افسوس کے بعد صنم سے اس کے رشتے سے متعلق پوچھا تو صنم نے اسے بتایا کہ نجیب کے گھر والے تو تیار ہیں لیکن ابو نے وقت لیا ہے تاکہ لڑکے کے بارے میں معلوم کر سکیں۔ مریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اب پیا دیس سدھار جاو گی۔ اسمبلی کے لیے لائیں بن چکی تھی۔ تمام ٹیچرز یکے بعد دیگرے سٹاف روم سے جا چکی تھیں۔ صنم نے مریم کو اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ میڈم۔ پھر دونوں سٹاف روم سے نکل کر ہال میں جا پہنچی۔

زندگی ہر پل بدل رہی ہے۔ تبدیلی ترقی کا لازمی جز ہے۔ ہم وقت کو روک نہیں سکتے۔ لیکن واقعات میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر سکتے ہیں۔ کوشش، سوچ ہر چیز کو



بدل کر رکھ دیتی ہے۔ صنم۔ کلاس کو محنت کی عظمت سبق کا خلاصہ سمجھا رہی تھی۔  
کہ ایک لڑکے نے ہاتھ کھڑا کیا۔ میم

خرم: میم کچھ لوگ محنت کرتے ہیں تو سب کچھ پالیتے ہیں اور کچھ لوگ تمام عمر  
محنت کرتے ہیں اور کچھ بھی نہیں پاتے۔ محنت سے زیادہ قسمت اہم نہیں ہے کیا؟  
صنم: قسمت کوئی شے نہیں۔ قسمت ہم خود بناتے ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں کیسے کسی  
مزدور کا بیٹا فسٹ آ جاتا ہے۔ جبکہ امیر لوگ ہزاروں روپے لگا کر بھی اپنے بچوں  
کو تعلیم کے لیے راغب نہیں کر پاتے۔

خرم: میم یہ بھی تو قسمت ہی ہے۔ ورنہ ہزاروں غریب تو غریب ہی مر جاتے ہیں  
اور کوئی ایک دو ہی لائق فائق نکل آتے ہیں۔

صنم: یہ قسمت نہیں، محنت ہے۔ محنت سے ہی سب حاصل کیا جاسکتا ہے۔  
ہم قسمت کو بھی محنت کے ذریعے بدل سکتے ہیں۔

خرم: میم

صنم: اب آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ آپ لوگ کل کاپی پر اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں  
لکھ کر لائیں گئے۔ او۔ کے۔

خرم بیٹھ چکا تھا لیکن بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ مریم کے دماغ اور خرم کے  
دماغ میں جاری تھی۔

صنم کو پڑھانا اور پڑھنا اس قدر پسند تھے کہ اس کو اپنا کام، کام نہیں لگتا تھا۔ وہ  
کبھی نہیں تھکتی تھی۔ وہ سٹاف روم میں آ چکی تھی۔ مریم اور اس میں بات جیت  
جاری تھی۔ صنم نے خرم کا تذکرہ کیا۔ مریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بچہ بڑا ذہین  
ہے، لیکن پکاتا بہت ہے ہے ناں۔ صنم مسکرائی۔ ہاں، کبھی کبھی تو بہت ہی بے تکی  
باتیں کرتا ہے۔ ہر کوئی جو بات جانتا ہے کہ سچ ہے کبھی کبھی اس سے ہی انکار کر  
دیتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے بھی اس کی بے تکی دلیلوں کو نہ  
صرف مان لیں بلکہ وہ بھی کچھ نہ کچھ ان میں شامل کریں۔ مریم سچ کہہ رہی ہو۔  
چھٹی ہو چکی تھی۔ صنم کی وین والے نے کال کی۔ وہ اپنے پرس سے چادر نکال کر  
لینے لگی۔ مریم کو اللہ حافظ کہا اور سکول سے نکل گئی۔ لیکن جیسے ہی وہ سکول کے  
دروازے کے پاس پہنچی وہاں نعیم کھڑا تھا۔ اس نے صنم کے پاس آتے ہوئے کہا۔  
مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ صنم نے جلدی جلدی قدم لیے اور وین کی طرف  
بڑھنے لگی اس نے فوراً سے پسٹل نکالی اور صنم کی طرف نشانہ باندھتے ہوئے بولا۔  
سیدھے طریقے سے میرے ساتھ چلو۔ ورنہ یہیں گولی مار دوں گا۔ صنم نے اس کی



طرف دیکھا تو خوف دل میں اُترتے ہوئے محسوس کیا۔ دیکھیں بھائی دیکھیں وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ کسی نے اس کے منہ پر کوئی سپرے کر دیا۔ پھر اسے ہوش نہیں رہا۔

صنم کو جب ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں بستر پر تھی۔ اس نے اپنے جسم میں شدید درد محسوس کیا۔ اسے اپنا جسم اکڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے بستر سے اُٹھنے کی کوشش کی دھیرے دھیرے سے کمرے کے دروازے کی طرف جانے لگی۔ جب جا کر دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تو وہ باہر سے بند تھا۔ اس نے دروازہ بجایا۔ اسے خوف اور بھوک ایک ساتھ شدید محسوس ہو رہی تھی۔ بھوک، خوف پر غالب آگئی۔ اس نے زور سے آواز دی، کیا کوئی ہے؟ اس کی آواز اس تک پلٹ آئی۔ اس نے تمام کمرہ غور سے دیکھا۔ جو صاف ستھرا اور خالی خالی تھا۔ بس ایک بیڈ اور ایک آرام کرسی کے سوا کمرے میں کچھ نہ تھا۔ صنم واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ نڈھال ہو کر بیڈ پر لیٹی تھی کہ کمرے میں ایک موٹی سی عورت داخل ہوئی۔ اس کی وضع سے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا تھی، کون تھی۔ صنم نے گھبراتے ہوئے اس سے کہا۔ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ وہ ہنسی اور بولی بندر کو چڑیا گھر میں کیوں لایا جاتا ہے۔ صنم نے روتے ہوئے اسے آزاد کرنے کی درخواست کی۔ موٹی

عورت نے ہنستے ہوئے کہا۔ بھوک لگی ہے۔ صنم رونا بھول گئی۔ اسے اس قدر شدید بھوک لگی ہوئی تھی کہ بھوک کا نام سن کر وہ ہر دوسری چیز کو فراموش کر بیٹھی۔ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ عورت باہر جا چکی تھی مگر دروازہ کھلا تھا۔ صنم حیران تھی کہ وہ موٹی دروازہ کھلا کیسے چھوڑ گئی۔ اس نے اپنے جسم کی تمام طاقت کو سمیٹا اور دروازے کے قریب جا پہنچی۔ یہ بہت بڑا گھر تھا۔ دروازہ کھول کر اس نے دیکھا تو سیڑی نیچے کو جاتی تھی۔ جہاں بہت بڑی کھلی جگہ تھی۔ کافی زیادہ کمرے تھے۔ کمروں کے دروازے بند تھے جب کہ کھلی جگہ پر کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ وہ سیڑھی اُتر کر نیچے آگئی تو ایک چھوٹا سا سال، سوا سال کا بچہ اس کے پاس آ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹنے لگا۔ اس کی ناک بہہ رہی تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ شاہد وہ اسے اپنی ماں سمجھ کر فریاد کر رہا تھا۔ صنم اپنی بھوک بھول گئی۔ وہ بچہ اس قدر رو رہا تھا کہ صنم نے اسے اپنی گود میں اُٹھا لیا۔ وہ دودھ کے لیے اسے کاٹنے لگا۔ صنم کو یہاں کا کی خاموشی چیخ چیخ کر بتا رہی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ بچہ ماں کے بغیر بھوک سے بلک کر تھا، ماں پتہ نہیں کس کی بھوک مٹا رہی تھی۔ صنم کو اپنے پیروں سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ موٹی عورت واپس آ چکی تھی اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔ بچہ صنم کے دوپٹے کا کونہ چوسنے میں مصروف



تھا۔ موٹی عورت مسکرائی۔ شرماؤ نہیں کھاؤ کھاؤ۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ صنم نے خاموشی سے ٹرے میں پڑے ہوئے کھانے کو دیکھا۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے اسے کچھ اور سوچنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے بچے کو نیچے اُتارا تو وہ پھر سے رونے لگا۔ موٹی عورت نے جا کر ایک کمرے کا دروازہ بجایا۔ نازی بس بھی کر۔ بابو کو دیکھ آکر۔ اس نے ذور سے بولا۔

کمرے کا دروازہ بد دستور بند تھا۔ صنم کھانا کھانے لگی۔ اس نے روٹی توڑ کر بچے کے ہاتھ میں دی تو وہ اسے کھانے لگا۔ بچہ نے پانی کی طرف ہاتھ کیا۔ صنم نے اسے پانی پلایا تو موٹی بولی۔ اچھا ہے۔ جتنی جلدی یہاں کی ہو جائے گی تیرے لیے بھی اچھا۔ میرے لیے بھی اچھا۔ صنم نے کچھ نوالہ ہی کھائے تھے۔ اس نے ہاتھ روک لیا۔ وہ سوچنے لگی۔ اس منحوس جگہ رہنے سے اچھا ہے کہ وہ مر جائے۔ وہ یہاں کسی صورت نہیں رہے گی۔

ایک کمرے کا دروازہ کھل چکا تھا۔ ایک تیرہ چودہ سال کی لڑکی کمرے سے باہر آئی۔ اس نے بالوں کا جوڑا بنا کر کبچر لگایا۔ اماں کچھ کھانے کو دے بہت بھوک لگی ہے۔ اس نے موٹی عورت کو کہا۔ اماں نے کھانے کی ٹرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ہے نا۔ کھالے۔ بچہ اب بڑے بچوں میں جا چکا تھا۔ لڑکی آکر صنم کے پاس ہی بیٹھ

گئی۔ اس نے صنم کی طرف دیکھا اور بولی۔ اماں یہ کون ہے۔ موٹی عورت ہنس کر بولی۔ بہن ہی سمجھ۔ اب ہیں رہے گی۔ بابر چھوڑ گیا ہے۔ دس ہزار لیے ہیں کم بخت نے۔ صنم کو اپنی قیمت بہت کم محسوس ہوئی۔ صرف دس ہزار۔ اس نے اب موٹی عورت سے کہا۔ اماں اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو بیس ہزار دے دوں گی۔ مجھے جانے دو۔ اماں نے اس کی طرف دیکھا اور ذور سے ہنسی۔ کہاں سے دے گی بیس ہزار۔ صنم نے فوراً سے کہا۔ میں ٹیچر ہوں۔ میرے پاس کافی پیسے ہیں۔ مجھے جانے دو تو میں تمہیں تمہاری رقم سے زیادہ دے دوں گی۔ اس نے منت کرنے والے انداز میں اماں سے کہا۔

اماں نے گھورتے ہوئے کہا۔ میں تم سے پتہ نہیں کتنے بیس ہزار کماؤں گی۔ تم اپنے بیس اپنے پاس ہی رکھوں۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی۔ وہ لڑکی کھانا کھا چکی تھی۔ اس نے صنم کی طرف افسردگی سے دیکھا اور پوچھا تم کہاں سے آئی ہو۔ صنم نے اسے بتایا۔ تو وہ افسردگی سے بولی۔ اماں تمہیں نہیں جانے دے گی۔ اسے تو بس حرام کے پیسے چاہیں۔ صنم نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا تم کہاں سے آئی ہو۔ تو وہ ہنس پڑی۔ میں تو اسی کی بیٹی ہوں۔ بہت منت کی تھی اماں کی۔ مجھے یہ سب نہیں کرنا۔ لیکن بہت مارا اماں نے۔ آخر وہ جیتی اور میں ہاری۔ صنم کو اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس



ہوا۔ اس نے دھیرے سے کہا۔ کیا تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔ میں باہر نکل کر تمہاری مدد کروں گی۔ وہ زور سے ہنس پڑی اور بولی۔ جس کی قسمت خراب ہو اس کی مدد کوئی نہیں کر سکتا۔ اماں کے پاس اس علاقے کے سارے افسر آتے ہیں۔ جب میری اماں نے میری مدد نہیں کی تو کوئی اور کیا کرے گا۔ صنم نے روتے ہوئے کہا۔ اللہ کے لیے میری مدد کرو۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ اس نے کچھ دیر صنم کو دیکھا اور پھر بولی کسی اللہ کے لیے مدد کروں۔ اس نے مجھے دیا ہی کیا ہے۔ ایک لالچی ماں، ایک کھلے دروازے والا گھر، جس کے کمرے بند رہتے ہیں۔ جس سے باہر میں نکل نہیں سکتی۔ مجھے لگتا ہے اللہ اس گھر کے باہر ہی کہیں رہتا ہے۔ صنم نے روتے ہوئے کہا۔ اللہ ہر جگہ رہتا ہے۔ اس نے تمہیں شاہد میری مدد کے لیے ہی یہاں رکھا ہے۔ میری مدد کرو پلیز۔ اس لڑکی کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور وہ بے چارگی سے بولی۔ میں اپنی مدد نہیں کر سکی تمہاری کیا کروں گی۔ تم اماں کی مرضی کے بغیر کہیں نہیں جاسکتی۔ وہ تمہیں نہیں جانے دے گی۔ اس کے پاس ہم تین ہی لڑکیاں ہیں۔ اسے اور کام کرنے والی چاہیے۔ صنم نے روتے ہوئے کہا۔ میں کسی صورت وہ کام نہیں کروں گی جو تمہاری اماں تم سے کرواتیں ہیں۔ اس لڑکی نے اپنے آنسو پونجھ کر کہا۔ میں تمہاری ایک مدد کر سکتی ہوں۔ صنم نے اپنے

دل کی دھڑکن تیز ہوتے ہوئے محسوس کی۔ جلدی سے بولی مدد۔ وہ لڑکی اس سے پہلے کہ کچھ بولتی اماں واپس آ چکی تھی۔ شیدا کھا چکی ہے تو اٹھ ادھر آ وہ کمال آیا ہے۔ وہ لڑکی اٹھ کر چلی گئی۔ صنم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا وہ ایک کمرے میں چلی گئی۔ اسے کمرے میں چھوڑ کر اماں باہر آ چکی تھی۔ شیدا نے دروازہ بند کر دیا۔ صنم کو سمجھ نہیں آئی کہ کمال جس کے آنے کا ذکر اماں نے کیا تھا وہ کہاں سے آیا تھا۔ باہر جانے کا راستہ کس طرف ہے۔ بھاگنے کے لیے آخر وہ کس طرف کا رخ کرے۔ اماں نے صنم کو اگے پیچھے دیکھتے ہوئے پایا تو بولی۔ اوپر جا۔ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ دو چار دن لگا لے۔ پھر بھاگے گی بھی نہیں۔

صنم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ جس عورت نے اپنی سگی بیٹی کو کتوں کی ہڈی بنا دیا وہ اس کے رونے کی پروا کیوں کرے گی۔ وہ چپ چاپ اٹھی اور اوپر کی سیڑھی چڑھنے لگی۔ اسے تم گھر گول گول سا لگ رہا تھا۔ باہر جانے کا راستہ کون سا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہانیوں کی حد تک چیزیں مختلف ہوتی ہیں۔ جب اپنی ذات پر بن آتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا کس قدر سفاک ہو سکتی ہے۔ انسان کس قدر بے بس۔ صنم نماز کی پابند تھی۔ کمرے میں موجود انچ باتھ میں وہ گئی۔ اس نے وضو کیا۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ یہ



کہ یہ کون سا وقت تھا۔ یہ گھر مکمل بند بند تھا۔ دن تھی یا رات اسے اندازہ نہ تھا۔ وہ بس زمین پر بیٹھ کر دُعا مانگنے لگی۔ اے اللہ تو میری جان لے لینا پر مجھے عزت کی موت دینا۔ اے میرے مولا۔ میرے پرور دگار تو بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ میری مدد کرنا۔ میری عزت کی حفاظت کرنا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اسے اپنی بات یاد آئی۔ مریم اور وہ ایک میلاد میں شرکت کے لیے صبا کے گھر پہنچے تھے۔ جب میلاد میں نعت پڑھنے کے لیے صبا بیٹھی تو اس کی پلکیں بھیگ گئی۔ اسے روتے دیکھ کر مریم نے کہا صبا کو دیکھو۔ اس کی آواز کیسے بھر آئی ہے۔

گناہوں کی عادت چھڑا میرے مولا

اس سے آگے پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی تو صنم نے کہا تھا۔ یار پتہ نہیں لوگ دُعا مانگتے ہوئے رو کیسے لیتے ہیں۔ مریم بولی۔ بس جسے اللہ توفیق دے۔ صنم میرا تو ایک آنسو نہیں نکلتا۔ کاش کہ میرے بھی آنسو نکلیں دُعا مانگتے ہوئے۔ میں بھی ایسا درد محسوس کر سکوں۔ مریم نے مسکرا کر کہا۔ میلاد کی محفل میں بیٹھ کر دل کا درد نہ مانگوں۔ خوشیاں مانگوں۔ صنم ہچکیوں سے رونے لگی۔ اللہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔ مجھ پر رحم کر۔ مجھے معاف کر دے۔ دروازے پر عجیب سی آواز سنائی دی۔ اماں

کے ساتھ ایک بد صورت سا اڈھیر عمر کا آدمی تھا۔ صنم نے مڑ کر دیکھا اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اماں نے اس آدمی کو کمرے کے اندر جانے کا کہا۔ جو نشے میں سیدھا کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس نے صنم کو اپنی بند ہوتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ ارے واہ نیا مال ہے۔ اس نے اماں سے جھوم کر کہا۔ اماں نے بھی فخریہ انداز میں کہا۔ ہاں ہاں۔ تو ہی بسم اللہ کر۔ صنم کو شدید غصہ آیا۔ یہ عورت کسی گندگی کی شروعات کے لیے بسم اللہ کا لفظ استعمال کر رہی ہے۔ اس نے کمرے کو غور سے دیکھا۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ وہ اسے اُٹھا کر مار دے۔ آدمی اندر آچکا تھا اماں باہر جا چکی تھی۔ صنم نے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس کیا۔ اے اللہ میں کیا کروں گی۔ وہ پرانی گاڑی کی طرح آہستہ آہستہ صنم کی طرف آ رہا تھا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ صنم کے پاس آتے ہی اس نے اپنا رُخ بیڈ کی طرف موڑ لیا۔

اشارے سے صنم کو اپنے پاس بلایا۔ جیسے وہ اس کا پرانا شناسا ہو۔ صنم نے اپنے پیر زمین کے اندر دھستے ہوئے محسوس کیے۔ اس آدمی نے پھر با آواز بلند کہا۔ اب آ بھی جا کیا نخرے دیکھا رہی ہے بیوی جیسے۔ پیسے دیے ہیں۔ جلدی آ۔ صنم کو اپنے کانوں کی سماعت کے ہونے کا افسوس ہوا۔ کاش ایسے الفاظ سننے سے پہلے میں مر گئی



ہوتی اس نے سوچا۔ وہ وہیں کی وہیں کھڑی رہی۔ آدمی نے کچھ دیر تو اس کی طرف دیکھا پھر اس کی آدھی کھلی آنکھیں پوری بند ہو چکی تھیں۔ کافی دیر اپنی جگہ بت کی طرح کھڑے رہنے کے بعد وہ دھیرے دھیرے بیڈ کے پاس گئی وہ آدمی خراٹے لے رہا تھا۔ صنم نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔ نیچے لگے صوفوں پر ایک عورت بیٹھی اپنے بچے کو سلا رہی تھی۔ غالباً یہ وہی بچہ تھا۔ جو اسے اپنی ماں سمجھ کر اس کے دوپٹہ کو چوستا رہا تھا۔ صنم کو اپنا آپ لرزتا ہوا محسوس ہوا۔ اگر یہ آدمی نہیں سوتا تو کیا ہوتا۔ وہ پورے گھر کو بغور دیکھ رہی تھی۔ اسے باہر جانے والا کوئی دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے نیچے آئی تو بیٹھی ہوئی لڑکی نے اسے دیکھ۔ اس کی آنکھیں سوجی سوجی تھیں۔ وہ اس کی ہم عمر ہی لگ رہی تھی۔ صنم سوچ رہی تھی کہ ماں کی وہ بیٹی کہاں ہے۔ جس نے کہا تھا کہ وہ اس کی مدد کر سکتی ہے۔

وہ دھیرے دھیرے نیچے آئی تو بیٹھی ہوئی لڑکی نے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں سوجی سوجی تھیں۔ وہ اس کی ہم عمر ہی لگ رہی تھی۔ صنم سوچ رہی تھی کہ ماں کی وہ بیٹی کہاں ہے۔ جس نے کہا تھا کہ وہ اس کی مدد کر سکتی ہے۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی تو بیٹھی ہوئی لڑکی نے دھیمی آواز میں اس کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا صنم۔

وہ مسکرائی۔ اماں نے نام رکھا ہے تمہارا۔ صنم نے کہا۔ نہیں میرا نام میرا اپنا ہے۔ صنم نے بچے کو سویا ہوا دیکھا تو بولی۔ پیارا بچہ ہے۔ نازی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ کون؟ یہ۔ صنم کو عجیب سا لگا۔ صنم خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر میں۔ اماں کی وہ بیٹی بھی واپس آ چکی تھی۔ صنم نے اس کا نام تو پوچھا ہی نہیں تھا۔ وہ اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے آتے ہی صوفہ پر اچھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اے نازی تیرے پاس سگریٹ ہیں۔ نازی نے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اندر پڑے ہیں۔ جا کے لے لے۔ اس نے صنم کی طرف دیکھا۔ انکھ مارتے ہوئے کہا۔ تیرا کام ہو گیا کیا۔ صنم کو اس کی زبان اور بات بہت بے ہودہ محسوس ہو رہی تھیں۔ صنم نے منت کرنے والے انداز میں کہا تم میری مدد کرو۔ تم نے کہا تھا تم میری مدد کر سکتی ہو۔ تم لوگ یہاں سے باہر جانے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔ اس قدر گندہ کام کرنے سے اچھا ہے کہ ماسی گری کر لو۔

صنم کی بات سن کر وہ دونوں ایسے ہنسی جیسے صنم نے انہیں کوئی لطیفہ سنایا ہے۔ نازی نے پھر چیخ کر کہا۔ تیرا باپ رکھے گا ماسی ہمیں۔ کون ضمانت دے گا ہماری۔ یہاں سے نکلنے کون دے گا ہمیں۔ صنم نے پھر کہا۔ پولیس، پولیس مدد کر سکتی ہے۔ اگر ہم ان تک پہنچ۔۔۔۔۔ ابھی اس نے بات پوری نہیں کی تھی تو نازی۔ ہنسی۔



یہاں پولیس نہیں پولیس والے آتے ہیں۔ مدد کرنے نہیں مدد لینے۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ایس۔ ایچ۔ او۔ ہو کر گیا ہے۔ میری تو اس نے ٹھیک سے مدد کی۔ اب اگر آیا تو تو کروا لینا مدد۔ نازی اور شیلہ کھل کر ہنسی۔ صنم کو کلیجہ منہ کو آتا محسوس ہوا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ آخر اس جہنم سے نجات کیسے ملے گی اسے۔ ہر بار تو وہ نہیں بچ پائے گی۔ اس نے لاجت سے نازی کی طرف دیکھا۔ میری مدد کرو۔ اللہ کے لیے مجھے یہاں نہیں رہنا۔ پلیز۔ آپ لوگ میری مدد کرو۔ نازی نے شیلہ کی طرف دیکھا۔ یہ تو انگریزی بولتی ہے۔ تو یہاں آئی کیسے؟ نازی نے اس سے تجسس سے پوچھا۔ صنم نے روتے ہوئے۔ نعیم کے بارے میں سب کچھ بتایا۔ نازی نے غصے سے کہا۔ یہ مرد ہوتے ہی کینے ہیں۔ آپس کی لڑائی میں عورت کو گھسیٹ لاتے ہیں۔ تیرے بھائی کو مارتا نا کینہ، شیلہ نے نازی کی طرف دیکھا اور بولی۔ اس کی مدد کرنے کا مطلب سمجھ۔ اماں سے دشمنی۔ نازی نے شیلہ سے کہا۔ مدد تو میں اس کی کروں گی۔ پھر کچھ دیر تیز تیز ٹانگ ہلانے کے بعد اس نے کہا۔ شیلہ اگر ہم اسے باہر نکال دیں تو شاید یہ بچ جائے۔ شیلہ نے نازی کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔ بہت مشکل ہے۔ یہاں کا پورا تھانہ اماں کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی فوٹو سب کی جیب میں ڈلوادے گی۔ ہر حال میں ڈھونڈ نکالے گی اسے۔ صنم نے دھیرے سے کہا۔ میری کوئی فوٹو اس کے

پاس نہیں ہے۔ شیلہ مسکرائی۔ تیرا پورا البم ہے اماں کے پاس۔ صنم کیا۔ کیسے۔ میں نے تو کوئی فوٹو نہیں بنوائے۔ وہ فوٹو کہاں ہیں مجھے واپس چاہیں۔ شیلہ اب یہ ہم نہیں کر سکتے۔ تیری اتنی مدد کر سکتے ہیں کہ کوئی باہر لے جانے والا آئے تو تجھے آگے کر دیں۔ پھر تیرے پاس موقع ہو گا۔ تب تک تیری قسمت۔ صنم نے دل کی دھڑکن کو تیز ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ قسمت؟ پھر بولی۔ میں کسی صورت یہاں نہیں رہوں گی۔

شیلہ نے افسردہ لہجے میں کہا، تم اس گھر سے کسی صورت بھاگ نہیں سکتی۔ سوائے اس کے کہ کوئی تمہیں اپنے ساتھ عیاشی کے لیے لے جائے۔ وہاں سے تم بھاگ سکتی ہو۔ یہ گھر نہیں ہے سمجھو پنجرہ ہے۔ نازی نے شیلہ کی طرف دیکھا اور بولی، چل کوئی نئی فلم لگا دیکھتے ہیں۔ یہ رونا دھونا رہنے دے۔ شیلہ نے سگریٹ کو نیچے ہی پھینک دیا اور جوتے سے مسلنے لگی۔

صنم افسردہ اور اداس ہونے کے علاوہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ اسے اپنا وجود کیچڑ میں دھنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ شیلہ اور نازی فلم سے لطف اندوز ہو رہیں تھیں۔ صنم کو حیرت تھی کہ وہ کیسے ایسے حالات میں خوش رہ سکتی ہیں۔ وہ چھوٹے بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ شیلہ اور نازی نے فلم کو روکا۔ شیلہ نے



بیزاری سے کہا۔ ابھی رونے دھونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ رونا ہے تو اوپر جا کر اپنے کمرے میں رو۔ نازی نے اسے ہلکی سی چپت لگائی۔ رونے دے نا اسے اپنی قسمت پر۔ رو لے صنم، رو لے۔ نازی نے اسے کچھ دیر ہمدردی سے دیکھا۔ پھر دھیرے سے کہا۔ اگر تمہیں کسی طرح یہاں سے نکال دوں تو کتنا تیز بھاگ سکتی ہو۔ صنم نے فوراً آنسو صاف کیے۔ ساتھ ہی جلدی سے بولی۔ میں تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔ نازی مسکرائی۔ اصل میں صنم یہاں سے بھاگنے کے لیے تمہیں، میرے کمرے میں آنا ہو گا۔ صنم نے فوراً کہا۔ میں یہاں سے جانے کے لیے کہیں بھی جاسکتی ہوں۔ نازی مسکرائی۔ ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی ہے۔ میرے کمرے میں جہاں سے داخل ہوتے ہیں۔ اسی کے سامنے ایک دروازہ ہے۔ جو باہر کی طرف بھی جاتا ہے۔ لیکن وہاں دروازے کے سامنے ہی اماں کے چوکیدار ہوتے ہیں۔ ان سے کیسے بچنا ہے۔ وہ تمہارا مسلہ ہو گا۔ ٹھیک ہے۔

صنم نے ہاں میں سر ہلایا۔ نازی اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔ بچہ کو اس نے کمرے میں موجود بیڈ پر ڈالا۔ جو خوابوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ اس بات سے انجان کہ وہ کہاں ہے۔ نازی نے اس کی طرف محبت سے دیکھا اور بولی۔ میں ان آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کروں گی۔ تم میرے پیچھے سے نکل کر بھاگو گی۔ تمہارا بچنا اس

صورت ممکن ہے اگر تم ان آدمیوں کو غلط فہمی میں ڈال کر بچ نکلو۔ یہ کہہ کر نازی نے دروازے کو تھوڑا سا کھولا اور جھک کر باہر دیکھا۔ سامنے کی دوکان کے آگے بنی اونچی جگہ پر بیٹھے چار آدمیوں نے ایک دم پتے کھیلنے چھوڑ دیے۔ ای نے دوسرے کا منہ پکڑ کر نازی کی طرف کیا جو اپنی پتلی پتلی بھووں اور بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں گھور رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے اپنے سینے پر اپنا ہاتھ رگڑ کر کچھ کہا۔ باقی سب کے قبضوں کی آواز فضا میں بلند ہوئی۔ نازی نے اسے نکلنے کا اشارہ کیا۔ صنم نے شکریہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر پاؤں نکالتے ہی بھاگنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر ہی میں ان چوکیداروں کو پتہ چل گیا کہ ان کے ساتھ کھیل کھیلا گیا ہے۔ وہ صنم کے پیچھے شکاری کتوں کی طرح بھاگنے لگے۔ صنم بھاگنے کے لیے اپنی پوری جان لگا رہی تھی۔ گلیوں میں بھاگتے ہوئے ایک گلی کے سرے پر اسے ایک روڈ دیکھائی دی۔ روڈ کی شروعات سے پہلے ہی اس نے سارے چوکیداروں کو اپنے پیچھے گلی میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ وہ گٹر کے ڈھکن سے ٹکرا کر گر گئی۔ گرتے ہی ڈھکن اپنی جگہ سے سرک گیا۔ اس نے نیچے دیکھا اور پھر ان چوکیداروں کو اپنی جانب آتا دیکھا۔ اس کے دل میں آیا۔ ذلت کی زندگی سے تو موت اچھی ہے وہ گٹر کا ڈھکن کھول کر کود گئی۔ غلاظت اور گندگی سے لتھری ہوئی



صنم کو خبر بھی نہ تھی کہ جس گٹر کے ڈھکن کو ہٹا کر وہ کود رہی ہے وہ کس قدر گہرا ہے۔ اس کے اندر کی غلاظت اس قدر تھی کہ پہلے تو صنم گندگی کے ساتھ بہہ رہی تھی پھر جب اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تو گندگی اس کی گردن تک تھی۔ وہ جب کودی تھی تو اس نے کچھ غلاظت کو اپنے منہ میں جاتا محسوس کیا اس نے تھوکنے کے لیے منہ کھولا تو مزید گندگی اس کے منہ میں جانے سے اس قہہ ہونے لگی۔ وہ شدید تکلیف کا شکار تھی۔ پھر جب وہ کھڑی ہوئی تو گندگی اس کے منہ سے کچھ دور تھی۔ قہہ کرنے کے باوجود بار بار گندگی کی وجہ سے اسے قہہ ہو رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی اس نے جانے کون سا گناہ کیا ہے کہ یہ گندگی اس کے وجود کا حصہ بنی ہے۔ کیا وہ یہاں مرے گی۔ وہ چلتی جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی اس گٹر سے کیا وہ نکل پائے گی۔ یہاں کیا اس کی موت لکھی ہے۔ کراہت سے اسے اپنا دم گلتا ہوا محسوس ہوا۔ تو اس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ گھٹن اس قدر شدید تھی کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے بستر پر تھی۔ اس نے فوراً اپنے کمرے کو مکمل نظر گما کر دیکھا۔ وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ امی

کے جانے کے بعد اس نے امی کی دی ہوئی تصویر کو لمحے بھر کے لیے دیکھا۔ پھر دوبارہ سے کہانی پڑھنے لگی۔ جس میں ایک لڑکی اپنی محبت کی خاطر گھر سے بھاگ رہی ہے۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ پونے بارہ ہوئے تھے۔ اس نے سوچا آج نماز کو رہنے دیتی ہوں یہ کہانی پوری ہو جائے۔ کہانی پڑھتے پڑھتے وہ کب سو گئی۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا۔ وہ غسل خانہ میں جا کر قلیاں کرنے لگی اگرچہ اسے اپنا پورا وجود ہی غلاظت سے اٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے ٹھنڈے پانی سے ہی غسل کر لیا۔ پھر وضو کر کے تراز کے لیے بیٹھ گئی۔ وضو کرنے کے بعد اس نے شکرانے کے نفل ادا کیے۔ یہ سب ایک خواب تھا۔ ایسا خواب جس نے اس کی دنیا بدل دی۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے گھر کی چھت پر جا کر اپنے تمام کے تمام ڈائجسٹ کو آگ لگا دی۔ جو زیادہ تر اسی قسم کی کہانیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ روز ڈائجسٹ پڑھنے کے بعد سوتی تھی۔ اب اس نے نماز کی عادت ڈال لی۔ خواب اب بھی اُسے آتے لیکن ان کی نوعیت اور مواد ہمیشہ اسے سکون دیتا۔ زندگی بھی ایک خواب ہی ہے۔ جس میں رنگ ہم خود بھرتے ہیں۔ یہ اب ہم پر ہے کہ ہم اپنے لیے گٹر کی گندگی کو چنتے اور دیکھتے ہیں یا کہ پھولوں کی دلکش خوشبو کو۔



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

[www.pakistanipoint.com](http://www.pakistanipoint.com)

ختم شد

